جمعہ کی اذان ثانی کے خارج از مسجد ہونے پر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تائید و توثیق

آپ کے فکری مخالفین سے

تائیدِ ربانی بر مسئلہ اذانِ ثانی

مؤلف

میثم عباس قادِری رضوی

نام کتاب	:	جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد سے باہر ہی ہونی چاہیے
مؤلف	:	میثم عباس قادری رضوی
اشاعتِ اوّل بصورتِ کتاب	:	جنوری ۲۰۱۷ء
صفحات	:	۴۸
ناشر	:	کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور اویسی بک سٹال گوجرانوالہ
قیمت	:	روپے

انتساب

راقم الحروف اس کتاب کا انتساب

امام المناظرین شیر بیشۂ اہل سنت

ابوالفتح حضرت علامہ مولانا مفتی

محمد حشمت علی خان لکھنوی

رحمۃ اللہ علیہ

کے اسم گرامی سے کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے

میثم عباس قادری رضوی

فہرست

۱۔ اس مقالہ کے لکھنے کا پسِ منظر

۲۔ مقدمۂ بدایوں

۳۔ مسئلہ اذانِ ثانی پر اعلیٰ حضرت کا برحق مؤقف

۴۔ مسئلہ اذانِ ثانی پر راقم کے پاس موجود کتب کی فہرست

۵۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کا فریب

۶۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے فریب کا مدلل جواب

۷۔ مسئلہ اذانِ ثانی پر تعامل کے متعلق دیوبندی اعتراض کا جواب دیوبندی علما سے

۸۔ حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی سے اعلیٰ حضرت کی تائید

۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں جمعہ کی دوسری اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی: مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی .....

۱۰۔ اذانِ ثانی پر صحابہ کا اتفاق ہے: مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی

۱۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی: پالن حقانی دیوبندی ....

۱۲۔ جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق اعلیٰ حضرت کا مؤقف درست ہے: انور شاہ کشمیری دیوبندی ....

۱۳۔ ابوداؤد کی حدیث سے اعلیٰ حضرت کا مؤقف ثابت ہے: مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی ....

۱۴۔اذانِ ثانی کے مسجد میں ہونے کے متعلق کسی کے پاس مذاہب اربعہ سے کوئی دلیل نہیں: انور شاہ کشمیری دیوبندی..........

۱۵۔ جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں دینا بنی امیہ کا عمل ہے یہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے: انور شاہ کشمیری دیوبندی..........

۱۶۔ جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد سے باہر بھی جائز ہے: مفتی کفایت اللہ دیوبندی مسجد میں اذان کے قائلین سے زبردست مطالبہ:..........

۱۷۔ اذان مسجد سے باہر دینا سنت ہے: پالن حقانی دیوبندی..........

۱۸۔ اذان مسجد سے باہر دینا سنت ہے: پالن حقانی دیوبندی..........

۱۹۔ اذان کا مسجد سے باہر دینا اولیٰ ہے: مفتی شیخ فرید دیوبندی..........

۲۰۔ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے: مفتی عبدالحق دیوبندی..........

۲۱۔ اذان مسجد سے باہر دینی مستحب ہے: مولوی تنویر احمد شریفی دیوبندی

۲۲۔ مسجد میں اذان دینی مکروہِ تنزیہی ہے، دورِ رسالت میں مسجد سے باہر دی جاتی تھی: مولوی شکیل حقانی دیوبندی..........

۲۳۔اذانِ ثانی کے خارج از مسجد ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تائید غیر مقلد وہابی علماء سے۔..........

ضروری نوٹ: اس تحریر میں جتنے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں، ان میں جو الفاظ قوسین () میں درج ہیں۔ وہ اصل کتب میں بھی قوسین ہی میں درج ہیں۔ ان اقتباسات میں راقم نے اپنی طرف سے جو وضاحتی الفاظ شامل کیے ہیں ان کو ڈبل قوسین (()) میں درج کیا ہے تاکہ (اصل اقتباس کا) امتیاز ہو سکے۔ (میثم قادری)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ مقالہ (۱) ماہنامہ ”معارفِ رضا، کراچی“ بابت فروری ۲۰۱۳ء (۲) ماہنامہ ”چار یارِ مصطفیٰ، راولپنڈی“ بابت اپریل ۲۰۱۳ء (۳) سہ ماہی ”دعوتِ اہلِ سنت، کراچی“ شمارہ: ۲ (۴) اور سالنامہ ”یادگارِ رضا، بمبئی“ بابت ۲۰۱۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اب مزید اضافات اور ترمیم کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

اس مقالہ کے لکھنے کا پس منظر:

کچھ سال پہلے کی بات ہے داتا دربار مارکیٹ، لاہور کے ایک کتب خانہ پر جناب اُسید الحق بدایونی صاحب کے ”متاثرین“ میں سے ایک صاحب نے ان کا ملفوظ بیان کیا، جس کا مفہوم یہ تھا کہ ”جمعہ کی اذانِ ثانی تمام جگہوں پر بشمول مارہرہ شریف مسجد کے اندر ہوتی تھی اس پر اعلیٰ حضرت نے اختلاف پیدا کیا کہ اذانِ ثانی مسجد سے باہر ہونی چاہیے“۔ صاحبِ ملفوظ جناب اُسید الحق بدایونی صاحب کے اجداد اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت کے شدید مخالف تھے، اور اس اختلاف میں اس حد تک چلے گئے تھے کہ عدالت میں ازالۂ حیثیتِ عُرفی کا مقدمہ درج کروا دیا۔ جس پر ان کو ہزیمت اُٹھانی پڑی، اور اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت، مجدد دین وملت، مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باعزت بری ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے شدید معاند ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے بھی اپنی کتاب ”مطالعہ بریلویت“ جلد ۷ میں مسئلہ اذانِ ثانی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کے خلاف کئی صفحات سیاہ کیے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے پیشِ نظر اس وقت راقم نے یہ مقالہ لکھا اور دیوبندی، وہابی علما سے ثابت کیا کہ اس مسئلہ میں بھی اعلیٰ حضرت کا موقف

برحق ہے۔

مقدمہ بدایوں:

مسئلہ اذانِ ثانی پر علمائے بدایوں سے ہونے والے اختلاف کی کچھ تفصیل پیش ہے۔ یہ مقدمہ ۱۹۱۵ء کے اواخر سے شروع ہوا، اور مارچ ۱۹۱۷ء میں اعلیٰ حضرت کے حق میں فیصلہ ہوا، یہ مقدمہ لائبل کیس کے نام سے اخبارات میں درج ہے۔

☆ حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مقدمہ بدایوں کے متعلق فرماتے ہیں:

"اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد کا قصہ: اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد معلوم نہیں کتنے دنوں سے اعلیٰ حضرت قبلہ کی مسجد میں ہوا کرتی تھی اور اس کے متعلق ایک مختصر فتویٰ بھی غالباً "تحفۂ حنفیہ" میں شائع ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لے گئے تھے۔ جمعہ کا دن آیا تو وہاں کے بعض لوگوں نے یہ چاہا کہ اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد ہو جیسا کہ بریلی میں ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اذان باہر ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے خطبہ اور نماز پڑھائی۔ جب وہاں سے واپس تشریف لائے تو بعض وہ لوگ جن کے عقائد اچھے نہ تھے یا جن میں نفسانیت غالب تھی اس پر چہ میگوئیاں کرنے لگے، شدہ شدہ یہ خبر بریلی پہنچی۔ یہاں کے بعض لوگوں کے اصرار واستفسار پر ایک مفصل فتویٰ اس مسئلہ کے متعلق لکھا گیا جو اشتہار کی شکل میں شائع ہوا۔ پیلی بھیت کے وہ لوگ جن کے دل صاف نہ تھے اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور جگہ جگہ سے انہوں نے فتوے حاصل کرنے چاہے۔ وہابیوں نے بھی مخالفت میں فتوے لکھے۔ علمائے رام پور اور علمائے بدایوں نے بھی تحریر کئے جن کے جوابات دیئے گئے۔ اب اس

کے بارے میں طرفین سے متعدد رسالے شائع ہوئے۔ مخالفین باوجود اپنی تمام تر کوششوں کے ایک عبارت بھی کسی کتاب کی ایسی نہ پیش سکے جس میں صراحۃً اذانِ جمعہ کا اندرونِ مسجد ہونا مذکور ہو۔ جب کچھ ہاتھ نہ آیا تو بعض علمائے رام پور نے عبارتیں گڑھیں اور ''صلوٰۃ مسعودی'' کی طرف نسبت کی، مگر ''صلوٰۃ مسعودی'' دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ بالکل افتراء اور من گھڑت ہے۔ جملہ مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اس مروجہ اذان کو جو عموماً ہندوستان میں اندرونِ مسجد ہوتی ہے نہ حدیث سے ثابت کر سکے، نہ فقہ کی کسی کتاب سے۔ حدیث میں نظر کی جاتی ہے تو اس اذان کا بیرونِ مسجد ہونا ہی نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے زمانہ وابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللّٰہ عنہما کے زمانہ میں ثابت ہے۔ ''سنن ابی داوٗد'' میں حضرت ثابت بن یزید رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے کہ ان زمانوں میں اذانِ خطبہ دروازۂ مسجد پر ہوا کرتی تھی۔ اور فقہ کی طرف نظر کی جاتی ہے تو لایؤذن فی المسجد ویکرہ الاذان فی المسجد وغیرہ۔ ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے اندرونِ مسجد مطلقاً اذان کی ممانعت وکراہت ثابت ہے۔ کسی کتاب میں بھی اذانِ جمعہ کو اس سے مستثنا نہیں کیا گیا۔ لے دے کر مخالفین کے پاس کچھ ہے اور اسے دلیل کے نام سے پکارتے ہیں وہ لفظ ''عندالمنبر وبین یدیہ'' ہے۔ مگر یہ دونوں لفظ اپنے اطلاقِ شرعی ولغوی میں ایسے نہیں جس کا مدلول اندرونِ مسجد ہی میں منحصر ہو سکے۔ قرآن وحدیث وغیرہ سے ان کے اطلاقات کی وسعت پر رسائل میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگر اس مسئلہ پر لوگوں نے مخالفت نہ کی ہوتی تو خیال

ہوسکتا تھا کہ شاید جو ناواقفی سے کیا جارہا ہے اس کا کوئی ثبوت ہو مگر مخالفین کی پوری جدوجہد نے ثابت کردیا کہ ان کے پاس دلیل کا نام بھی نہیں۔ اس سلسلہ میں مخالفین کا عجز اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب علمائے بدایوں کے رد میں "تعبیرِ خواب" (۱) وغیرہ کے بعد کتاب "سدالفرار" تحریر کی گئی اور اس میں مفصل طور پر ان کا رد کیا گیا تو ان سے کچھ جواب نہ بنا۔ بلکہ کچہری کا دروازہ کھٹکھٹایا اور توہین ازالۂ حیثیتِ عُرفی کا دعوی کیا گیا۔ اس دعوی میں پانچ مدعاعلیہ تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ،مولانا محمد رضا خان صاحب برادرِ خورد، مولانا حامد رضا خان صاحب خلفِ اکبر، شاہد علی خان صاحب خواہرزادہ اور راقم السطور۔ دعویٰ ایک ایسے مجسٹریٹ کے یہاں ان لوگوں نے کیا جس سے ان کے خاندانی تعلقات تھے اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں پوری کوشش ان لوگوں کی تذلیل میں صَرف کروں گا اور ضرور یقینی طور پر اعلیٰ حضرت کو کچہری میں بُلا کر کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود :جب یہ خبر اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچی، ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ وہ کچھ نہ کر سکیں گے اور مجھے کچہری میں نہ جانا پڑے گا۔ مقدمہ کے واقعات بہت تفصیل طلب ہیں۔ ان بلوائیوں نے ایذا رسانی میں کوئی کمی نہ کی، یہاں تک کہ انہوں نے پانی بھی بند کردیا کہ کوئی سقہ ان لوگوں کا پانی نہ بھرے

(۱) مسئلہ اذانِ ثانی پر سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی نایاب کتاب "تعبیرِ خواب" کا اقتباس ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب نے مقدمۂ حدائقِ بخشش میں نقل کیا ہے۔ راقم نے اس کتاب کے حصول کے لیے بذریعہ فون ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ کتاب "کتب خانہ قادریہ، بدایوں" میں موجود ہے۔ کاش کوئی بندۂ خدا وہاں سے اس کتاب کو بازیاب کروائے اور یہ علمی دستاویز شائع ہو کر اہلِ علم کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ (میثم قادری)

اور شہر میں کوئی شخص ان کو رہنے کے لیے کوئی مکان نہ دے۔ اگرچہ کتنا ہی زیادہ یہ لوگ کرایہ دیں۔ مگر الحمدللہ ان کی ساری کوششیں ناکامیاب رہیں۔ پانی بھرنے کے لیے تاریخوں پر سقے جایا کرتے تھے اور جس زمانے میں کہ مقدمہ کی پیہم تاریخیں ہونے لگیں اور وہاں مکان کی ضرورت پڑی تو مکانات بھی مل گئے۔ مدتوں یہ مقدمہ چلا، دعویٰ سے ایک سال زائد پر اس کا فیصلہ ہوا۔ جس میں یہی ہوا جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا مقدمہ کے واقعات کو اعلیٰ حضرت کی کرامت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔ اس مقدمہ کی پیروی کرنا اور کوشش کرنے کا کام صرف دو ہی شخصوں نے کیا۔ ایک مولانا حامد رضا خان صاحب کہ اس سلسلہ میں اُنہیں بہت جگہ آنا جانا پڑا۔ دوسرے یہ فقیر کہ مقدمہ کی معلومات بہم پہنچانا اور گواہوں کو مضامین بتانا۔ جرح وغیرہ کے مضامین سکھانا، اس کا بڑا حصہ میں نے ہی انجام دیا۔"

(حیات صدر الشریعہ صفحہ 51 تا 53 مطبوعہ رضا اکیڈمی، محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور)

☆ شارح بخاری مولانا مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مقدمۂ بدایوں کے متعلق اپنے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"خانقاہ برکاتیہ کا مؤقف ہمیشہ سے یہی رہا کہ انہوں نے کُلیات تو کُلیات، اصول تو اصول، فروع میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتوے پر عمل فرمایا مثلاً اذانِ ثانی کا مسئلہ، بدایوں سے خانقاہِ برکاتیہ کا تعلق سیّدنا سرکار آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ کے عہدِ مبارک سے تھا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ سرکار اچھے میاں قدس سرہٗ کے بہت چہیتے خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ

کا مارہرہ شریف سے جو تعلق قائم ہوا وہ بھی تاج الفحول محب الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے ذریعہ قائم ہوا۔ وہی اعلیٰ حضرت کو مارہرہ لائے اور خاتم الاکابر سے مرید کروایا۔ لیکن جب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ فتوی دیا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے باہر ہونا سنت ہے اور منبر کے متصل مسجد کے اندر خطیب کے سر پر سنت کے خلاف ہے، تو حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب قدس سرہٗ نے خانقاہِ برکاتیہ کی مسجد میں اعلیٰ حضرت کے فتوی کے مطابق جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے باہر کہلانی شروع کی۔ حالانکہ بدایوں کے لوگ اس فتویٰ کے بشدت مخالف تھے۔ یہ زمانہ بدایوں میں حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب مرحوم کا تھا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے رد میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اور اس وقت تک مارہرہ شریف اور بدایوں کے تعلقات میں کوئی کشیدگی بھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود کہ بدایوں سے تعلقات بہت قدیم تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے جدید مگر چونکہ حق اعلیٰ حضرت کے ساتھ تھا، اس لیے خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشینوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتویٰ پر عمل فرمایا اور قدیم تعلقات کی پرواہ نہیں کی، اس سلسلے میں کچھ بدمزگیاں بھی ہوئیں۔ جن کا تذکرہ "برکاتِ مارہرہ ومہمانانِ بدایوں" میں ہے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حمایت میں بدایونی حضرات کے رد میں تین رسالے بھی لکھے۔ "مبحث الاذان"، "شافی جواب پر کافی ایرادات"، "بدایونی تحریر کے شافی جواب"۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، سیدین نمبر، صفحہ ۳۶۳، ۳۶۴)

☆ شارح بخاری مزید لکھتے ہیں:

''اس کے باوجود کہ حضرت تاج العلما قدس سرہٗ نے کچھ کتابیں جناب مولانا عبدالمقتدر سے بھی پڑھیں اور مسئلہ اذانِ ثانی میں مرحوم ہی نے اعلیٰ حضرت کے خلاف بدایوں میں محاذ کھولا تھا، مگر حضرت تاج العلما قدس سرہٗ نے اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت کا اتباع کیا، نہ کہ صرف اتباع کیا بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حمایت میں بدایونی حضرات کا رد کیا۔ اس خصوص میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حمایت اس درجہ فرمائی کہ باآں عظمت وکمال اور سجادہ نشین ہونے کے بدایونیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حمایت میں بدایوں کچہری میں تشریف لے گئے۔ مقدمہ بدایوں: قصہ یہ ہوا کہ مسئلہ اذانِ ثانی میں بدایونی حضرات نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر ہتک عزت عُرفی کا بدایوں میں مقدمہ دائر کردیا۔ اس مقدمہ میں بدایونی حضرات نے بہت کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بدایوں ملزم کی حیثیت سے تشریف لائیں اور ملزم کی جگہ کٹہرہ میں کھڑے ہوں۔ اس کے لیے سمن گیا اعلیٰ حضرت نے لینے سے انکار فرمادیا بدایونی حضرات نے وارنٹ جاری کرایا جو تعمیل نہ ہوسکا، اور صرف سرجن کے اس سرٹیفکیٹ پر کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت ضعیف، بیمار، کمزور ہیں، کچہری میں جانے کی ان میں قوت نہیں، اعلیٰ حضرت کو متعلقہ حاکم نے حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا، اور مقدمہ کی کاروائی آگے بڑھی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے صفائی کے لیے جو بزرگ پیش ہوئے ان میں حضرت تاج العلما قدس سرہٗ بھی تھے۔ بدایونی وکیل نے یہ درخواست پیش کی کہ حضرت تاج العلماء کی صفائی مدعی علیہ کے حق میں قابلِ قبول نہیں

کیونکہ یہ ان کے پیرزادہ ہیں۔اس کے جواب میں تاج العلما نے فرمایا کہ میں مدعیان کا بھی پیرزادہ ہوں۔اس لیے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب عین الحق رحمۃ اللہ علیہ میرے جدّ امجد حضور سیّدنا ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں، نیز میں مدعیوں سے بنسبت مدعیٰ علیہ کے یوں بھی زیادہ قریب ہوں کہ میں نے مولانا عبدالمقتدر صاحب مرحوم سے کچھ اسباق پڑھے ہیں۔جس پر حاکم نے بدایونی وکیل کی درخواست مسترد کردی۔اور حضرت تاج العلما کو گواہ تسلیم کرلیا، اس مقدمے کا فیصلہ یہ ہوا کہ بدایونی دعویٰ خارج ہوااور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ باعزت بے داغ بری ہوئے۔ یہ خبر جب اعلیٰ حضرت کو ملی تو فرمایا بدایوں ہی تھا۔جب بدایوں کی طرف سے اس پر بہت زیادہ زور صرف کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کچہری میں ضرور تشریف لائیں تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا احمد رضا تو احمد رضا۔احمد رضا کی جوتی بھی کچہری میں نہیں جائے گی انہوں نے اپنی سرکار میں میرے خلاف مقدمہ دائر کردیا ہے۔ میں نے بھی اپنی سرکار میں اپنا مقدمہ دائر کردیا ہے اور ہوگا وہی جو میرے سرکار چاہیں گے۔ میں اس کا تذکرہ نہ کرتا لیکن بہار کے ایک صاحب بدایوں اور بریلی کے اختلاف کو بہت غلط رنگ سے لکھ لکھ کر چھاپ رہے ہیں اگرچہ ان کا چھاپا آسمان پر تھوکنے والے کی طرح انہیں کے منہ پر آرہا ہے لیکن ہوسکتا ہے کچھ ناواقف غلط فہمیوں کے شکار ہوں، یہاں ہر سنجیدہ متین آدمی کے لیے سوچنا یہ ہے کہ اذانِ ثانی کا مسئلہ ایک جزئی مسئلہ تھا، اس میں اگر حضرات بدایوں کو اختلاف تھا تو انہیں اپنی بات سنجیدگی اور متانت کے ساتھ لکھ کر چھاپنے کا حق تھا اور پھر اس پر اعلیٰ

حضرت قدس سرہٗ اوران کے متعلقین کو بھی یہ حق تھا کہ ان کا رَدّ لکھتے اور انہوں نے لکھا۔لیکن کچہری میں جاکرایک علمی مبحث میں عاجز آکرمقدمہ دائر کرنا نہ علم کی شان کے لائق ہے اور نہ دین داری ہے،ایک فروعی مسئلہ میں اتنا چراغ پا ہونا ہی غلط ہے۔رہ گیا تحریروں پر مؤاخذہ وہ بدایوں کے حضرات نے بھی کیااور بریلی کے حضرات نے بھی کیا۔اب اگر بریلی کا مؤاخذہ بھاری پڑ گیا تو اس میں بریلی والوں کا کیا قصور۔‘‘

(ماہنامہ اشرفیہ،مبارکپور،اکتوبر ۲۰۰۲ء،سیدین نمبر،صفحہ ۳۱۶،۳۱۷)

☆ حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں،رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ، سابق سجادہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے ۲۴ ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ کو نواب سید سردار علی صاحب بہادر حیدرآباد،دکن کے نام اپنے ایک مکتوب میں مسئلہ اذانِ ثانی میں بدایونی علماسے ہونے والے اختلاف کی تفصیل بیان کی ہے۔اس خط کو’’شمائم العنبر‘‘ کے مقدمہ میں حضرت بحرالعلوم علامہ مولانا مفتی عبدالمنان اعظمی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے نقل کیا ہے،ملاحظہ فرمائیں:

’’اب تھوڑا سا حال محمد میاں سلّمہٗ کے رسالہ شائع کرنے کی ضرورت کا تحریر کرتا ہوں۔دبدبہ سکندری رام پور میں یہ مسئلہ طبع ہو کر مارہرہ پہنچا۔مہدی حسن نے اوّل دیکھا۔مجھے نمازِ جمعہ کے وقت دِکھا کر کہا گیا کہ مسئلہ بہت مدلل معلوم ہوتا ہے۔ہم اپنی مسجد میں اس پر عمل کرانا چاہتے ہیں۔میں نے بھی دیکھا۔واقعی استناد کے ساتھ تھا۔میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔جب کتابیں دیکھ لوں گا، کہوں گا۔مگر میں بادی اس وقت نہیں ہوسکتا۔اگر آپ لوگ شروع کراتے ہیں،تو میں مانع بھی نہیں ہوں۔بہر حال اس جمعہ کو اذان فصیل مسجد پر ہوئی۔اس کے بعد میں نے اور محمد

میاں سَــلَّـمـــہٗ کے گھر پر آکر جہاں تک اپنا علم اور فہم تھا، اس حد تک اس مسئلہ کی تنقید کی۔ بالکل صحیح معلوم ہوا۔ اس کے بعد سے برابر مسجد خانقاہِ برکاتیہ میں سرکارِ کلاں وخورد میں اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد ہونے لگی۔

اس کے بعد وہابیانِ بریلی اور کان پور وغیرہ کے اور بعض رامپوریوں کے رسائل وغیرہ اس فتوے کے خلاف میں آئے۔ مگر بالکل نا مضبوط باتوں سے بھرے ہوئے۔ اصلاً کوئی مضبوط اِستناد اُن میں نہ تھا۔ ان کے دیکھنے سے زیادہ تر وثوق فتوائے اذان بیرونِ مسجد پر ہوا۔ بہر حال ہماری مسجد میں اذان باہر ہی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ عرس شریف اخی الأعظم حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہٗ کا وقت آیا اور اس میں بغرضِ شرکت مولانا عبدالمقتدر صاحب مع اپنے اعـــزّہ مولوی عبدالقدیر صاحب و مولوی عبدالماجد اور محب احمد صاحب اور ان کے صاحبزادے وغیرہ صاحبان متوسلان مدرسہ عالیہ قادریہ آئے اور مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بھی آئے۔ مولانا عبدالمقتدر صاحب مع اپنے بعض ہمراہیوں کے فقیر کے تکیہ پر مقیم ہوئے اور مولانا احمد رضا خان صاحب مہدی حسن کے مکان پر مقیم ہوئے۔

ایامِ قیام میں ایک روز مولوی محب احمد نے تذکرہ اس مسئلہ کا چھیڑا۔ جناب مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ میں نے فہمِ ناقص کے موافق جواب دیئے۔ برخوردار محمد میاں سَــلَّـمہٗ بھی آگیا۔ اس نے بھی جواب دیئے۔ ہمارے جوابِ لا جواب دیکھ کر مولوی محب احمد نے اپنی تقریر کا رُخ بدل کر ایسے کلام کئے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں کچھ بے جا ذاتی طرفدار مولوی احمد رضا خان صاحب کا جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسمِ محبت و مروت اور تعلیم اور تعلم و قدامتِ رشتہ توسل، جو فقیر کو حضراتِ اکابرِ مدرسہ قادریہ کے ساتھ ہے، اس کا عشرِ عشیر مولوی احمد رضا خان صاحب

سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے، بلکہ معاملاتِ دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب ہمارے اعزہ مخالفین کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ معاملہ دینی ہے۔ اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے امر میں حق پر ہوگا، تو ہم کیا، بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے۔

بفضلہٖ تعالیٰ یہاں اس وقت سب پڑھے لکھے ہوئے صاحبوں کا مجمع ہے۔ ہمیں اقوالِ مفسرین ومحدثین وفقہا سے اس مسئلہ کو اپنا سا سمجھا دیجئے۔ ہم پھر مسجد کے اندر اذان دلوانے لگیں گے اور بہتر تو یہ ہے کہ اس وقت آپ دونوں طرف کے صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور اپنے آپ کو اس آستانہ کا خادم ومتوسل سمجھتے ہیں اور ہم سب آپ دونوں کو اپنے خاندان کا رُکنِ رکین سمجھتے ہیں۔ دونوں طرف والے بالمواجہہ بیٹھ کر اس مسئلہ کو صاف کرلیں۔ مگر محبّ احمد صاحب اور ان کے صاحبزادہ وغیرہم نے اس میں طرح طرح کی گریزانہ گفتگو کر کے مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب کو اس پر نہ آنے دیا۔ میں نے مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب سے کہا کہ آپ ان سے اگر بالمواجہہ کلام فرمانا نہیں چاہتے، تو اپنا مسئلہ آپ ہم ہی کو بجھا دیں۔ اس کے مستند دلائل بتا دیں، تو ہم جا کر مولانا احمد رضا خان صاحب سے کہیں کہ آپ اپنی رائے کو واپس لینے کا اظہار کیجئے اور اگر وہ جواب مدلل دیں، تو آپ سے عرض کریں، آپ مان لیں۔ اس پر بھی لوگوں نے مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب کو نہ آنے دیا۔ مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب نے فرمایا کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تکدر بڑھے گا۔ میں نے کہا کہ اس سے ضرور اس قدر فائدہ ہوگا کہ اگر وہ خواہ مخواہ آپ کے دلائل نہ مانیں گے، تو لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ برخلاف انصاف ہیں اور کم از کم فائدہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ تو مسئلہ کی حقانیت سمجھ جائیں گے۔ مگر مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب نے کچھ توجہ نہ کی۔ اس مسئلہ کا ذکر ہی چھوڑ کر اور باتیں ہونے لگیں۔ اس کے بعد مولانا ((عبد المقتدر)) صاحب کئی روز یہاں تشریف رکھتے رہے۔ مگر تصفیہ پر آمادہ نہ ہوئے۔

یہاں سے تشریف لے جانے پر چند روز کے بعد ایک فتویٰ مولوی ابراہیم کی جانب سے شائع ہوا۔ جس کے مصدقین میں مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب بھی تھے۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ صاحبزادگانِ مارہرہ کے کہنے کے بموجب تحریر ہوا۔ اس فتوی میں بھی بالکل دلائل مضبوط نہ تھے۔ وہی تھے، جو وہابیانِ بریلی وغیرہ یا مخالفانِ رام پور وغیرہ نے لکھے تھے اور جن کا رد اہلِ تحقیق نے بہت واضح اور لائح کر دیا تھا۔ مگر اس فتوی کا جواب نہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا اور نہ ہم لوگوں نے کچھ عرض کیا (۲) کہ ہم نے جو عرض کیا تھا، وہ کب مانا گیا۔ ہم نے فتوی تحریر کرنے کو کب کہا تھا اور فتوی بھی ایسا کہ جو ہمارے مدرسہ عالیہ کی شانِ علمی کی بالکل لائق نہیں ہے۔ اس خاموشی پر لحاظ نہ کر کے پھر دوسرا اشتہار صاحبانِ مدرسہ نے لکھا۔ تیسرا رد لکھوایا۔ مگر ہم لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوئی۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے تیسرے رد کے بعد رد و جواب ہوا۔ جو مارہرہ میں حضرت بھائی صاحب قدس سرہ کے عرس ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا۔ مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عرس میں نہ تھے۔ ہم لوگوں نے اس سے کوئی حصہ نہیں لیا کہ دونوں صاحب جانیں اور سمجھیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب والے اس اشتہار کا جواب مولوی عبدالماجد صاحب نے عرس ہی میں قلمی عبدالواحد کے نام لکھا۔ جس کو غلام شبر صاحب فقیر کے پاس لائے۔ میں اسے دیکھا اور غلام شبر صاحب سے کہا کہ اس میں جواب تو کسی مسئلہ کا ہے نہیں۔ صرف مولوی احمد رضا خان صاحب کو سب و

---

(۲) صرف فقیر راقم نے ایک خط اس فتویٰ کے لکھنے والے مفتی صاحب کو لکھا تھا جس میں یہ امران کو دکھایا گیا تھا کہ ہم نے کس چیز کا اصرار کیا تھا اور اس کو آپ نے کس حد تک مانا ((یعنی ہم نے باہم تصفیہ کا کہا تھا لیکن آپ (علمائے بدایوں) اس پر آمادہ نہ ہوئے))، پھر خواہ مخواہ اس کی تحریر و اشاعت کا باعث ہمیں کیوں بتایا جاتا ہے۔ اس سے زائد اس فتویٰ کا رد و جواب کچھ نہیں لکھا تھا۔ (تاج العلما حضرت مولانا) محمد میاں (مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

شتم ہے۔ میری رائے میں تو اس کو اس قدر جلد اور بے سوچے شائع کرنا نہیں چاہیے، بلکہ بجائے اس کے یہ ہونا چاہیے کہ آپس میں جو ذاتی رنج ہو، وہ صاف کرلیا جائے اور مسئلہ کو بھی بلا نفسانیت یکے بعد دیگرے صاف کرلیں، تو بہت اچھا ہے۔ غلام شبر صاحب نے بھی میری اس رائے کی پسندیدگی ظاہر کی اور کہا کہ اچھا، ابھی شائع نہیں ہوگا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر شائع بھی ہو، تو اس میں یہ فقرہ نہ ہو کہ جس کا مفہوم اور محصل یہ ہے کہ صاحبزادوں میں سے جو اس مسئلہ میں اس پر ہیں کہ اذان مسجد سے باہر ہو، وہ فریب اور چکر میں ہیں۔ کیوں کہ جب یہ ہوگا، تو

ہمیں بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ ہم فریب اور چکر میں نہیں، بلکہ ہمیں تحقیقاتِ علمائے سلف اور محققینِ مذہب کے اتباع سے یہ مسئلہ اسی طرح حق معلوم ہوتا ہے۔

غلام شبر صاحب وعدۂ عدمِ اشاعت کرکے چلے گئے۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اشتہار قلمی لکھوا کر شائع کردیا گیا اور ایک درگاہِ معلیٰ کے بڑے دروازہ خانقاہ پر چپکا دیا گیا۔ اس اشتہار کو جو دیکھا، تو معلوم ہوا کہ جو چوٹ اپنے مخدوم زادوں پر کی گئی تھی، وہ بدستور ہے۔ عبد الماجد صاحب تو نہیں ملے۔ کیوں کہ وہ موافق اپنے بزرگوں کے طریقہ کے صاحبانِ سرکارِ خورد سے مراسم بہت زیادہ رکھتے ہیں اور انہیں سے ان کو دلچسپی ہے۔ مگر جو صاحب ملے، ان سے کہا گیا کہ عبد الماجد صاحب نے بے کار ہم فقیروں کو بھی اپنے خلاف لکھنے پر مجبور کیا اور باوجود منع کرنے کے ہم پر چوٹ کی کہ جس سے عوام کی نظر یں ہمارا فریب اور چکر میں پھنسا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

لہٰذا وہ دلائل کہ جن سے ہم اس مسئلہ کو حق جانتے ہیں، لکھ کر پیش کرنا پڑیں گے۔ یہ سبب محمد میاں سَلَّمَہُ اللّٰہ تعالیٰ کے رسالہ لکھنے کا ہوا اور ہنوز محمد میاں سَلَّمَہُ اللّٰہ تعالیٰ نے رسالہ مکمل نہیں لکھ لیا تھا کہ بدایوں اپنے خسر کے طلبیدہ گئے۔ مولانا ((عبد المقتدر)) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں بھی اس کا ذکر آیا۔ محمد میاں سَلَّمَہُ نے بمواجہہ

مولانا((عبدالمقتدر)) صاحب ومولوی عبدالقدیر صاحب و دیگر صاحبانِ مدرسہ کہا کہ آپ سب صاحب اس مسئلہ کو مجھے سمجھادیں۔ جوحق ہوگا، وہ بلانفسانیت مان لوں گا۔مگرکسی صاحب نے کچھ مسکن جواب نہ دیااور واقعی یہ ہے کہ یہ مسئلہ از روئے تحقیق بھی یہی ہے کہ اذان خارجِ مسجد ہو۔اگرحضرت تاج الفحول قدس سرہ اس وقت پردہ فرمائے ہوئے ہماری ظاہری نظروں سے نہ ہوتے،تو اس مسئلہ کواور زیادہ قوی دلیلوں سے ثابت فرمادیتے کہ اذان مسجد کے باہر ہی چاہئے۔

محمد میاں سَلَّمہٗ نے بعد واپسی بدایوں رسالہ کی تکمیل کی اور طبع کرا کر مولانا((عبد المقتدر)) صاحب کی خدمت میں جو اپنی تحقیقات تھی،بھیج دی۔اس رسالہ کا نام''مبحث الاذان''ہے۔اگر آپ کے پاس ہو،تو اس کو دیکھئے کہ اول سے آخر تک جناب مولانا ((عبدالمقتدر))صاحب کی کہیں خدانخواستہ توہین یا اہانت ہے۔بلکہ مولانا ((عبد المقتدر)) صاحب سے رد میں خطاب بھی نہیں۔عبدالواحد وغیرہ سے بکمالِ تہذیب انؔ کے استدلالات کے ضعف اور اپنے دلائل کی قوت بیان کی ہے۔یہ رسالہ مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب کی خدمت میں چار ماہ قبل از وصال پہنچایا گیا تھا۔مولانا ((عبدالمقتدر))صاحب نے اس کو دیکھا۔مگرکسی طرح کا اپنا تکدر وملال ہم پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مولانا ((عبدالمقتدر)) صاحب کا انتقال ہوا۔جس کے بعد مولوی عبدالماجد نے چند اور صاحبوں کی کوششِ مجموعی کے ساتھ اس کا جواب تصنیف فرمایا۔جو ایک ابھی کے طالبِ علم عبدالواحد کے نام سے چھپا اور اس میں کلمات خلاف تہذیب اور شان اپنے پیرزادوں کے تحریر فرمائے۔ہمیں اس کا گلہ نہیں۔

ہاں !ان کا یہ رسالہ اگران کے والدِ ماجد شہید رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے لے کر ان کے جدالامجد اور حضرت مولانا مولوی عبدالحمید صاحب قدست اسرارھم دیکھتے اور حیاتِ ظاہری میں دنیا میں تشریف فرما ہوتے،تو عبدالماجد صاحب کو معلوم ہوتا کہ وہ

حضرات مدرسہ کے لڑکوں کے نام سے اپنے پیرزادوں کو ایسا سب وشتم کرنے سے راضی ہیں یا ناراض۔ اور اب بھی جس کی چشمِ بینا ہے، وہ رضامندی اور ناراضی ان حضرات کی معلوم کر سکتا ہے۔ آپ "مبحث الاذان" اور اس کا یہ جواب "مباحث الاذان" دونوں دیکھئے اور اگر پاس نہ ہو، تو مجھ سے منگوا کر دیکھئے۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ محمد میاں سلّمہٗ نے صرف ایک فرعی مسئلہ میں دلائل اپنے مضبوط پا کر اس مسئلہ کو غیر مضبوط سمجھنے والوں اور اسے فریب و چکر میں پھنسا ہوا بنانے والوں کو نہایت تہذیب سے سمجھایا ہے"۔ (اہل سنت کی آواز، جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ)۔ (یہ مکتوب حضرت تاج العلما مولانا اولادِ رسول محمد میاں مارہروی کی مرتبہ کتاب "مفاوضات طیبہ" (۱۳۵۴ھ) صفحہ:۱۹/ ۲۰/۲۱/۲۲ (عکسی مطبوعہ رضائے خواجہ، اجمیر شریف) میں بھی شائع ہوا تھا)۔ حضرت بحر العلوم اس خط سے معلوم ہونے والے نقاط ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"اس مفاوضہ عالیہ سے چند باتیں صاف ظاہر ہیں:

(۱) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ۔ اذانِ خطبہ بیرونِ مسجد کے خلاف بریلی، کان پور کے وہابیوں اور اہلِ رام پور کی تحریریں شائع ہو چکی تھیں۔ اہلِ بدایوں اس قضیہ میں اس وقت شریک ہوئے، جب اس مسئلہ پر ان کی گفتگو سادات مارہرہ سے ہوئی۔

(۲) اہلِ بدایوں نے صاحبِ سجادہ حضور شاہ جی میاں صاحب کی کوشش کے باوجود اعلیٰ حضرت سے اس مسئلہ پر بالمشافہ گفتگو سے انکار کیا۔ (جو عرسِ نوری کے موقع سے مارہرہ آئے تھے) البتہ بدایوں واپس ہو کر اہلِ مارہرہ کے حوالہ سے ایک فتویٰ اذان اندرونِ مسجد کی حمایت میں جاری کیا۔

(۳) اولادِ رسول حضرت محمد میاں قادری علیہ رحمۃ الباری نے مفتی صاحب کو ایک خط کے ذریعہ سے اُسی وقت مطلع کر دیا تھا کہ فتویٰ کی تحریر و اشاعت کا باعث ہمیں قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

(۴) اس فتویٰ کا جواب مارہرہ شریف سے شائع ہوا، نہ بریلی سے۔ اس کے بعد اہلِ بدایوں نے دو مزید اشتہار اور رد شائع کیے۔ تب اہلِ بریلی کی طرف سے اس کا جواب شائع ہوا۔ (اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اہلِ بدایوں و بریلی میں جو معاہدہ ایک دوسرے کے رد نہ کرنے کا ہوا تھا، اس کو پہلے کس فریق نے توڑا)۔

(۵) حضراتِ ساداتِ مارہرہ کی رائے میں اس قضیہ میں حق اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کی طرف ہے"۔ (مقدمہ شمائم العنبر)

مشائخ مارہرہ سے مسئلہ اذانِ ثانی میں علمائے اہلِ سنت، بریلی کی مزید تائید ملاحظہ کرنے کے لیے حضرت تاج العلما مولانا اولادِ رسول محمد میاں مارہروی کی مرتبہ کتاب "مفاوضات طیبہ" (۱۳۵۴ھ) (عکسی مطبوعہ رضائے خواجہ، اجمیر شریف) ملاحظہ کریں۔ (یہ کتاب انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے)

جب علمائے بدایوں سے مسئلہ اذانِ ثانی پر اختلاف ہوا تو علمائے دیوبند نے اپنی سابقہ رَوِش کے مطابق اس مسئلہ کی آڑ میں اپنا غبار نکالنے کی بے تمیز کوشش کی۔ ان کے اس مخالفانہ طرزِ عمل کے متعلق سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے خلیفہ مولانا عبدالسلام جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے ہیں کہ (وہابیہ، دیابنہ):

"اس پیرایہ ((انداز)) میں اپنی مستمر ((جاری رہنے والی)) چہل سالہ سکوتوں ((چالیس سالہ خاموشیوں)) ہزیمتوں ((شکستوں)) کا عوض ((بدلہ)) لینا چاہتے ہیں حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل"

(مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی مرتب مولانا پیر محمود احمد قادری صفحہ 34 مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

برادرِ دینی و یقینی مفتیِ اعظم اُترکھنڈ، فاضلِ جلیل علامہ مولانا مفتی ذوالفقار خان نعیمی مدظلہ العالی اس مقدمۂ بدایوں کی روداد مرتب کرنا چاہتے ہیں، ریکارڈ ان کے پاس موجود ہے، دعا ہے کہ اللہ کریم ان کو توفیق دے کہ جلد اس کو منظرِ عام

پر لاسکیں۔

مسئلہ اذانِ ثانی پر اعلیٰ حضرت کا برحق موقف:

سیّدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"سُنن ابی داؤد شریف میں بسندِ حسن مروی ہے: حدثنا النفیلی ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحٰق عن الزهری عن السائب بن یزید رضی الله تعالٰی عنه قال کان یؤذن بین یدی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔

(سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ باب وقت الجمعہ، مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور)

یعنی نفیلی نے بیان کیا کہ محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحٰق سے انہوں نے زہری سے انہوں نے سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب روزِ جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یونہی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانے میں"۔ اس حدیثِ جلیل نے واضح کر دیا کہ اس روبروئے امام پیشِ منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت وخلفائے راشدین سے کیا متوارث ہے۔ ہاں یہ کہیے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصلِ منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نصِ حدیث سے جُدا، تصریحاتِ فقہ کے خلاف، کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو اُن تصریحاتِ ائمہ کے مقابل بین یدی وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں، پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمدللہ! یہاں اس سنّتِ کریمہ کا احیا رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا،

میرے یہاں مؤذنوں کی مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے، جمعہ کی اذانِ ثانی بحمداللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی ہے۔ جس طرح زمانۂ اقدس حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا کرتی تھی ذلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم والحمدللہ رب العلمین (ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے) بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے کہ بین یدی سے داخلِ مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلافِ تصریحاتِ علما یہ ادعا نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں، ۱۳۰۲ ہجریہ میں فقیر بہ نیتِ خاک بوسی آستانہ علیہ حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی سے شدالرحال (سفر کر کے) کر کے حاضر بارگاہِ غیاث پور شریف ہوا تھا۔ دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا، اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی۔ فقیر نے حسبِ عادت کہ جو امر خلافِ شرعِ مطہر پایا مسئلہ گزارش کر دیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہو۔ ان مؤذن صاحب سے بھی بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے، کہا، کہاں لکھا ہے؟ میں نے "قاضی خان"، "خلاصہ"، "عالمگیری"، "فتح القدیر" کے نام لئے، کہا ہم اُن کی نہیں مانتے، فقیر سمجھا کہ حضرت طائفۂ غیر مقلدین سے ہیں، گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کسی کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا احکم الحاکمین جلّ جلالہٗ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع واعلیٰ ہے آپ انہی کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چپراسی، مدعی، مدعا علیہ، گواہوں کی حاضری، کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر

پکارتا ہے یا باہر؟ کہا باہر، کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں؟ بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب اُن کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کر لیا۔ ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست (ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے) الحمدللہ حق واضح ہوگیا''۔

(''اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعۃ'' صفحہ ۷، ۸ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۲۶۔ کامبکر اسٹریٹ، بمبئی۔ ایضاً فتاویٰ رضویہ جلد ۸ کتاب الصلاۃ مطبوعہ جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسئلہ اذانِ ثانی پر نہایت وقیع دلائل جمع کر کے اُمت کے سامنے پیش کیے۔ اور ایک سنت کو زندہ کرنے کے لئے آواز اُٹھائی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اعلیٰ حضرت مجدّد ہیں اور مجدد کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی یہ بیان فرما دیا ہے:

ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ۔ (ابوداؤد، کتاب الملاحم ۲/۲۳۳ المستدرک ۴/۵۲۲)

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سرِ نو نیا کر دے گا۔''

مسئلہ اذانِ ثانی پر راقم کے پاس موجود کتب کی فہرست:

اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہلِ سنت و جماعت کی طرف سے مسئلہ اذانِ ثانی کے متعلق لکھی گئی اُن کتب کے نام ملاحظہ فرمائیں، جو راقم کے پاس موجود ہیں۔

1- ''شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر''

مؤلف سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ مطبوعہ نوری کتب خانہ، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

2- "أوفى اللمعة فِي أذانِ يَوْم الجُمْعَة"

مؤلف سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۲۶ کامبیکرا اسٹریٹ، بمبئی۔

3- "أذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ لِقِيَامِ سُنَّةِ نَبِي اللّٰهِ"

از افادات سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مرتب مولانا محبوب علی خان لکھنوی مطبوعہ رضوی کتب خانہ، بازار صندل خان، بریلی شریف۔ ایضاً مطبوعہ دار الرضا، لاہور۔

4- "اَجلیٰ انوار الرضا"

مؤلف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی بار اوّل۔ ایضاً مطبوعہ نوری کتب خانہ، بازار داتا دربار، لاہور۔

5- "سدُّ الفرار علی الصید الفرار"

مؤلف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی بار اوّل ایضاً مطبوعہ دار العلوم رضائے خواجہ، اجمیر شریف۔

6- "سلامة اللّٰه لاهل السنة من سيل العناد و الفتنة"

مؤلف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت، بریلی بار اوّل۔

7- "مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ"

مؤلف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ اہل سنت و جماعت، بریلی۔

8- "وقاية اهل السنة عن مكر ديوبند و الفتنة"

مؤلف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی باراوّل۔

9- ''مقتل کذب و کید''

مؤلف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی باراوّل۔

10- ''مقتل اکذب اجہل''

مؤلف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی۔

11- ''نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار''

مؤلف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی باراوّل۔

12- ''النکة علی مِرَاء کلکته''

مؤلف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی۔

13۔ ''التحقیق الحسان فی احکام الاذان'' بجواب'' تنشیط الاذان''

مؤلف مولانا عرفان علی قادری بیسلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ حسنی پریس، بریلی۔باراوّل۔

14- ''اذانِ خطبہ کہاں ہو؟''

مؤلف حافظ عبد الحق خان رضوی مطبوعہ دائرۃ البرکات، کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو۔

15- ''اَلمَکَالِمَه فی الاذانِ الثَّانِیْ یَومِ الْجُمُعَه''

از محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ انجمن اشاعت الحق ،بانڈ ہولی، شہر بنارس۔

16- ''مسئلہ اذانِ ثانی جمعہ پر ایک دلچسپ مکالمہ''

مابین صدرالا فاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی و مولانا معین الدین اجمیری

(ہفت روز دبدبۂ سکندری، رام پور ۴ دسمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۶ جلد ۵۳ صفحہ ۳ تا ۶، مشمولہ کتاب ''تین تاریخی بحثیں مولف ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی مطبوعہ برکاتِ رضا فاؤنڈیشن، ممبئی)

17۔ ''مبحث الاذان''

مؤلف حضرت علامہ مولانا محمد میاں قادری برکاتی مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ (صفحات 32)

18۔ ''اذانِ جمعہ مسجد میں مکروہ ہے''

مؤلف مولانا فیض احمد اویسی بہاولپوری مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز، عطاری کتب خانہ، شہید مسجد، کھارادر، کراچی

19۔ ''اذانِ خطبہ کا مسنون مقام''

مؤلف مولانا شہادت حسین نوری مطبوعہ دارالعلوم انوار المصطفیٰ، اسٹیشن روڈ شاہ آباد ضلع ہر دوئی، یوپی (صفحات ۱۷۵)۔ اگر اللہ کریم نے چاہا تو ان سب کتب کا مجموعہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا تاکہ یہ علمی مواد یکجا محفوظ ہو جائے۔

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کا فریب:

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف اپنا غبار نکالتے ہوئے لکھا ہے:

''جمعہ کی اذانِ ثانی کو مسجد سے باہر کرنے کے لئے سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان اُٹھے اور حضرت عثمان سے اختلاف کیا جو مسئلہ شیعہ کے سوا کسی کے ہاں اختلافی نہ تھا اسے اختلافی بنادیا۔''

(مطالعہ بریلویت، جلد ۷، صفحہ ۴۷ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے فریب کا مدلل جواب:

☆ ڈاکٹر صاحب نے حسبِ عادت ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شیعہ کے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے۔تا کہ آپ کو موردِ طعن بنایا جاسکے۔لیکن ڈاکٹر صاحب اپنے اس مذموم مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیوں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اذانِ ثانی کے جائز ہونے کا انکار نہیں کیا، بلکہ اذان دینے کی جگہ کے متعلق سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وسنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت حق موقف بیان کیا ہے۔(اس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت کا مؤقف پہلے صفحات میں نقل کیا جاچکا ہے) جب کہ اس کے برعکس شیعہ تو اصلاً اس اذان کو جائز ہی نہیں مانتے بلکہ بدعتِ عثمانی کہتے ہیں۔شیعہ کے مزعومہ "اعلم العُلماءِ والمجتهدین رئیس المِلّة وَالدِّین زعیم الحوزة العِلمِیّة آیة اللہ العظمٰی" سید علی حسینی سیستانی کے فتاویٰ پر مشتمل کتاب "توضیح المسائل" میں جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق لکھا ہے:

"جمعہ کے دن کی دوسری اذان بدعت ہے"

(توضیح المسائل صفحہ 122 مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پوسٹ بکس نمبر 5425 کراچی، پاکستان)

☆ شیعہ کے علاوہ معترض ومعاند ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے ہم مسلک مولوی ابوبکر غازی پوری دیوبندی صاحب نے بھی اذانِ ثانی کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جمعہ کی اذانِ عثمانی کو شیعہ بدعت کہتے ہیں یا غیر مقلدین۔ابوبکر غازی پوری دیوبندی کے مقالہ کے چار اقتباسات ذیل میں ملاحظہ کریں:

پہلا اقتباس:

"تمام محدثین وفقہا اور پوری ملتِ اسلامیہ اِس اذان کو مسنون مانتی ہیں اور

پورے عالمِ اسلام میں صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک اس اذان پر عمل ہورہا ہے، اہلِ سنت کی تمام مساجد میں جمعہ کی دو اذان ہوتی ہے، البتہ امت کے اس اجماعی عمل کے خلاف شیعوں نے اس اذان پر بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے اور انہیں کی اتباع و تقلید میں غیر مقلدین بھی اس اذان کو بدعت قرار دیتے ہیں اور نام رکھے ہوئے ہیں اہلِ حدیث اور سلفی۔''

(دوماہی مجلّہ ''زمزم'' غازی پور، انڈیا، جلد:۳ شمارہ:۳ صفحہ ۴۷)

دوسرا اقتباس:

''ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''منہاج السنہ'' جلد ثالث ص ۲۰۴ و ۲۰۵ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شیعہ رافضی کا یہ کہنا کہ جمعہ کی اذانِ عثمانی بدعت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ بدعت تھی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس بدعت کو ختم کیوں نہیں کر دیا۔ اگر یہ اذان بدعت تھی تو کسی صحابی نے اس پر انکار کیوں نہیں کیا؟ اگر شیعہ اور رافضی یہ کہتے ہیں کہ یہ اس لیے بدعت ہے کہ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، حضرت عثمان نے اس کو بلا دلیلِ شرعی جاری کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان رافضیوں اور شیعوں کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان نے اس کو بلا دلیلِ شرعی جاری کیا؟ اگر تمہیں اس کی دلیلِ شرعی نہیں معلوم تو کیا ضروری ہے کہ حضرت عثمان کو بھی اس کی دلیلِ شرعی معلوم نہ ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ: 'حضرت عثمان کا یہ وہ فعل تھا جس کو ساری امت نے بالاتفاق قبول کیا ہے چاروں مذاہب والوں کا اس پر عمل ہے جیسا کہ تمام امت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تراویح والے عمل کو ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح پڑھنا بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور آج تک ساری امت اسی طرح تراویح پڑھتی ہے'، ابن تیمیہ مزید فرماتے

ہیں: و کلھم متفقون علی اتباع عمر و عثمان فیما سناہ یعنی ساری امت حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنھما کے مسنون و جاری کردہ عمل کو بالاتفاق قابلِ اتباع سمجھتی ہے۔ تعجب ہے کہ جماعتِ غیر مقلدین شیعوں کی اتباع و تقلید میں ایک ایسے عمل کو بدعت قرار دیتی ہے جس کو ساری امت نے سنت سمجھ کر قبول کیا ہے اور اس لیے اس کو سنت سمجھا ہے کہ خلفائے راشدین کا کوئی عمل بدعت نہیں ہوتا ہے بلکہ بحکم رسول اللہ وہ سنت ہی ہوتا ہے"۔ (دوماہی مجلّہ "زمزم" غازی پور، انڈیا صفحہ جلد: ۳ شمارہ: ۳ ص 48)

تیسرا اقتباس:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ اذان کو بدعتِ شرعی قرار دینا کسی اہلِ سنت والجماعت سے متصور نہیں ہو سکتا، یہ صرف شیعوں رافضیوں اور غالی اور متشدد قسم کے غیر مقلدین کا عقیدہ ہے۔ میں نے غالی و متشددین کی بات اس لیے کی ہے کہ سنجیدہ غیر مقلدین بھی اس اذانِ عثمانی کو بدعت نہیں قرار دیتے بلکہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔"

(دوماہی مجلّہ "زمزم" غازی پور، انڈیا جلد: ۳ شمارہ: ۳ صفحہ 49,50)

چوتھا اقتباس:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ اذان کو بدعت کہنا جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں بڑی جرأت اور بڑی جسارت اور خلفائے راشدین کی شان میں نہایت گستاخی ہے۔"

(دوماہی مجلّہ "زمزم" غازی پور، انڈیا، جلد: ۳ شمارہ: ۳ صفحہ 53)

مولوی ابوبکر غازی پوری دیوبندی صاحب کے ان اقتباسات سے ثابت ہوا کہ شیعہ اور غیر مقلدین اذانِ ثانی کو جائز ہی نہیں مانتے۔ جب کہ اعلیٰ حضرت اس

کو جائز مانتے ہیں (اس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت کا مؤقف آپ پہلے صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں)۔ ڈاکٹر صاحب نے حسب عادت جو الزام اعلیٰ حضرت پر لگایا بحمدہٖ تعالیٰ اس کی خوب تردید ہوگئی۔

مسئلہ اذانِ ثانی پر تعامل کے متعلق دیوبندی اعتراض کا جواب دیوبندی علما سے:

رہا دیوبندیہ کا یہ اعتراض کہ اذانِ ثانی کے داخلِ مسجد ہونے پر تعامل، توارث رہا ہے۔ تو اس کا جواب پیش ہے۔ دیوبندیوں کے مزعومہ ''امام'' اور ''فقیہ النفس'' مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب نے جماعتِ ثانیہ کے متعلق اپنے رسالہ میں لکھا ہے:

''قرونِ ثلاثہ کے بعد کسی قرن میں بغیر کسی حجت شرعیہ قائم کئے کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی بات پیدا ہوگئی اور اخلاف نے اسلاف کے اتباع کی وجہ سے اس پر عمل شروع کر دیا اور ہوتے ہوتے وہ مسلمات اور ضروریات کے درجے تک پہنچ گیا کہ چھوڑنا ضروریاتِ دین کو چھوڑنے کے برابر خیال کیا جانے لگا تو اس صورتِ عمل کو رواج کہتے ہیں یہ کوئی دلیل نہیں ہوئی اور ہرگز قابلِ التفات نہیں ہوتا اگرچہ علماء نے بھی بلاتردد اس پر عمل کیا ہو۔''

(القطوف الدانیہ مشمولہ تالیفات رشیدیہ، صفحہ ۲۷۷، ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰ انارکلی، لاہور)

اسی سلسلۂ گفتگو میں چند سطر بعد رشید گنگوہی صاحب نے مزید لکھا ہے:

''توارثِ اجماعی بھی اُس وقت معتبر ہوتا ہے جبکہ تعامل صحابہ اور قرونِ ثلثہ کے خلاف نہ ہو اور ''ما رآہ المسلمین'' اُسی وقت ہوتا ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قولی، فعلی، تقریری اور صحابہ کرام و تابعین ابرار و مجتہدین عظام علیہم الرضوان سے اس میں کوئی تصریح نہ ہو اور اگر ہو تو پھر مسلمانوں کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کو اس میں دخل نہ ہوگا حتیٰ کہ مجتہدین کا اجتہاد بھی معتبر نہ ہوگا چنانچہ شارحِ منیہ نے کہا ہے کہ روایت کے خلاف

درایت لینا مناسب نہیں ہے۔"

(القطوف الدانیہ مشمولہ تالیفات رشیدیہ صفحہ ۷۷۴، ادارۂ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی، لاہور)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کے نام سے شائع کتاب "براہین قاطعہ" کے چار اقتباسات ملاحظہ کریں جن میں لکھا ہے:

"اگر کروڑ اہل علماء بھی فتویٰ دیویں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں اگر کچھ بھی علم وعقل ہوتو ظاہر ہے۔"

(براہین قاطعہ صفحہ 169 مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

"جو ایک دو عالم موافق نصوصِ شرعیہ کے فرمادے اور اس کی تمام دنیا مخالف ہو کر کوئی بات خلافِ نصوص اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر منصوراور عنداللہ مقبول ہوویں گے۔"

(براہین قاطعہ صفحہ 169 مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

"ارشادِ فخرِ عالم ہے کہ جو موافق کتاب وسنت کے کہے وہ طائفہ قلیلہ اگر چہ رجلِ واحد بھی ہو وہ علی الحق اور اس کی مخالف تمام دنیا بھی ہو تو مردود ہے۔"

(براہین قاطعہ صفحہ 169 مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

"طریقہ صحابہ کا حسب ارشاد ان احادیث کے میزان ہے جس کا طریقہ اور قول وضع صحابہؓ سے موافق ہے وہی حق ہے الحاصل مثل آفتاب نصف النہار کے واضح ہو گیا کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سوادِ اعظم اہل السنت والجماعت ہیں اور ان کا طریقہ موجب نجات اور سنت ہے اور اس کے ہی التزام کا حکم ہے پس جو اس کے موافق ہے اگر چہ ایک ہی عالم ہو وہ سوادِ اعظم اور حق ہے اور جو اس کے خلاف کہے اگر چہ تمام عالم ہو باطل ہے۔"

(براہین قاطعہ صفحہ 171,172 مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

مولوی حکیم اسحاق بلیاوی دیوبندی صاحب نے تعامل کے متعلق لکھا ہے:

"غیر مشروع امور عرف وعادت سے مشروع نہیں ہوجایا کرتے"

(قاطع الوریدمن المبتدع العنید ملقب بہ الابداع فی مسئلۃ خطبۃ الوداع صفحہ ۸۹ مطبوعہ بلالی سٹیم پریس ،ساڈھورہ)انہی دیوبندی مولوی صاحب نے اپنی کتاب کے آخری صفحہ پر مزید لکھا ہے:

"مسلمانوں میں جو چیز خلاف شرع رواج پا جاوے وہ رواج سے جائز نہیں ہو سکتی"

(قاطع الوریدمن المبتدع العنید ملقب بہ الابداع فی مسئلۃ خطبۃ الوداع مطبوعہ بلالی سٹیم پریس ،ساڈھورہ)

مولوی رشید احمد گنگوہی ،مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اسحاق بلیاوی دیوبندی کے پیش کئے گئے ان اقتباسات سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر کسی مسنون فعل کے خلاف کوئی فعل رواج پا جائے حتیٰ کہ مجتہدین بھی اس کے حق میں فتویٰ دے دیں ،تب بھی اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔لہٰذا اذانِ ثانی کے متعلق تعامل والا شبہ ہرگز قابلِ مسموع نہیں۔کیونکہ مولوی عبدالشکور لکھنوی ،مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی اور دیگر دیوبندیوں کے پیش کیے گئے حوالہ جات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے دور میں خارجِ مسجد ہوتی تھی۔ہشام بن عبدالملک نے اس کو داخلِ مسجد کیا۔تعامل کے متعلق مزید وضاحت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمہ کی کتاب "شمائم العنبر" کے چوتھے شمامہ کا صفحہ ۹ تا ۱۴ ملاحظہ کریں۔

حضرت علامہ عبدالحیٔ لکھنوی سے اعلیٰ حضرت کی تائید:

حضرت علامہ عبدالحیٔ لکھنوی (جو کہ علمائے دیوبند کے ہاں بھی مستند تسلیم کیے جاتے ہیں) نے بھی مسئلہ اذانِ ثانی میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بلاشبہ ابوداؤد کی روایت سے یہ امر ثابت ہے کہ اذانِ ثانی خارجِ مسجد روبروئے خطیب ہوتی تھی فان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد۔جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو آپ کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی۔"

(فتاویٰ عبدالحی،ج:۱،ص:۲۴۹،ناشر ایچ ایم سعید کمپنی،ادب منزل پاکستان چوک،کراچی۔اردو ترجمہ:مفتی برکت اللہ لکھنوی)

مولانا عبدالحی لکھنوی کے اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ دورِ رسالت میں جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد سے باہر ہوتی تھی۔

سرِ دست اس مضمون میں سیدی اعلیٰ حضرت کے بغیض علمائے دیوبند کے موقف کی تردید اور اعلیٰ حضرت کے مؤقف کی تائید دیوبندی اور غیر مقلد وہابی علما سے پیش کی جارہی ہے تاکہ اس مسئلہ میں بھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقف کی حقانیت ان کے مخالفین پر واضح ہوسکے کہ اگرچہ علمائے دیوبند نے اس مسئلہ میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اختلاف کیا لیکن پھر بھی بعض دیوبندی اکابر علما کو سیّدی اعلیٰ حضرت کے موقف کی صداقت کو تسلیم کرنے کے سوا چارہ نظر نہ آیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں جمعہ کی دوسری اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی: مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی

1- امام الدیابنہ مولوی عبدالشکور دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب "علم الفقہ" میں جمعہ کی دوسری اذان کے متعلق حاشیہ میں لکھا ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان بھی مسجد کے اندر نہ ہوتی تھی مگر عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو مسجد کے اندر داخل کرلیا۔"

(علم الفقہ ،صفحہ ۱۶۰،حصہ دوم،دارالاشاعت،اردو بازار کراچی)

ضروری نوٹ: نام کے متعلق یہاں مولوی عبدالشکور لکھنوی سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ صحیح نام ہشام بن عبدالملک ہے۔

اذانِ ثانی پر صحابہ کا اتفاق ہے: مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی

2۔ مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب میں اذانِ ثانی کے متعلق لکھا ہے:

"تمام صحابہ کرام مہاجرین اور انصار نے حضرت عثمانؓ کے اس عمل کو مستحب اور مستحسن سمجھا اور حضرت علیؓ نے بھی اس کی موافقت فرمائی حتیٰ کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس اذانِ ثانی کو برقرار رکھا اور اسی پر تمام مذاہبِ اربعہ کا اتفاق ہے۔"

(خلافتِ راشدہ صفحہ 144 مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور)

مذکورہ بالا اقتباس میں مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی کے جائز ہونے پر تمام صحابہ اور مذاہبِ اربعہ کا اتفاق ہے۔ اور مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی کے اس اقتباس سے پہلے مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کی کتاب "علم الفقہ" کا اقتباس نقل کیا ہے، جس میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان مسجد میں نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اذانِ ثانی کے مسجد سے باہر ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے۔ اس لیے اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمعہ کی اذانِ ثانی کے مسجد سے باہر ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو یہ بالکل برحق ہے اور اعلیٰ حضرت کے بغض میں دیوبندی علما کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاقی عمل کی مخالفت کرنا سراسر غلط ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی: یالن حقانی دیوبندی

3۔ قاری طیب دیوبندی، سابق مہتمم دیوبند اور دیگر دیوبندی علما کی تائید کردہ کتاب

''شریعت یا جہالت'' میں مسئلہ اذانِ ثانی کے متعلق پالن حقانی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے:

''ابن الحاج محمد مالکی نے اپنی کتاب ''مدخل'' میں لکھا ہے کہ جمعہ کی اذان میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھے تو اذان دینے والا مینارہ پر ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں یہی طریقہ تھا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک اذان اور زیادہ کردی گئی۔ جو زوراء پر ہوتی تھی (زوراء مدینہ منورہ کے بازار کو کہتے ہیں) اور وہ اذان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی وہ مینار پر ہی ہوتی رہی، (یعنی چھت پر) پھر جب ہشام بن عبدالملک والی ہوا (یعنی حاکم بن بیٹھا) تو اُس نے اِس اذان کو جس کی ابتدا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہوئی تھی مینارہ پر کردی۔ اور اُس وقت تک مؤذّن ایک ہی ہوتا تھا جو اذان زوال کے بعد دیتا تھا۔ پھر امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت۔ جو اذان مینارہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے شروع زمانہ میں ہوتی تھی اُس کو امام کے سامنے کردیا (حاشیہ شرح وقایہ عربی جلد اوّل ص ۲۴۵، باب الجمعہ) میرے عزیز دوست! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک ہی اذان تھی جو مسجد کی چھت پر ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے تک یہی دستور رہا، اس کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی تو آپ نے ایک اذان زیادہ کردی اور وہ اذان مدینہ منورہ کے بازار میں ہوتی تھی۔ پھر ہشام بن عبدالملک جب تخت پر بیٹھا تو اس نے بازار والی اذان کو مینارہ پر کردیا، اور جو اذان مینارہ پر ہوتی تھی اس کو مسجد کے اندر منبر کے سامنے کردیا اور اس عمل کو سبھوں نے پسند کرلیا، کسی نے

اس کی مخالفت نہیں کی۔تو اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جمعہ کی اذان جو منبر کے سامنے ہوتی ہے وہ بھی جائز ہے اور مسجد کے باہر دیں تو بھی جائز ہے"

(شریعت یا جہالت صفحہ 505،506 مطبوعہ دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ 1981ء)

علمائے دیوبند کی تائید کردہ کتاب "شریعت یا جہالت" سے ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی دور میں اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی۔ ہشام بن عبدالملک نے اذان کو داخلِ مسجد کیا۔اب آپ ہی بتایئے اعلیٰ حضرت نے اگر یہ فرمایا ہے کہ "اذان مسجد سے باہر ہو" تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سنت کا احیاہی کیا ہے اس میں کون سی غلط بات ہے؟۔

جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق اعلیٰ حضرت کا مؤقف درست ہے: انور شاہ کشمیری دیوبندی

4۔ علمائے دیوبند کے مزعومہ "امام اعظم" مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے بھی مسئلہ اذانِ ثانی کے مسجد سے باہر ہونے کے سلسلہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مؤقف کو درست قرار دیا۔مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب نے اپنے استاد مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب سے نقل کیا ہے کہ کشمیری صاحب نے کہا:

"تقریباً بیس اکیس سال پہلے احمد رضا خان نے اذانِ ثانی للجمعہ کے خارجِ مسجد ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور صرف یہی مسئلہ ہے کہ اس نے حق کہا ہے۔"

(انوار الباری، باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۷ صفحہ ۱۲۸، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان)

ابوداؤد کی حدیث سے اعلیٰ حضرت کا مؤقف ثابت ہے: مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی

5۔ اس کے بعد کشمیری صاحب نے مسئلہ اذانِ ثانی کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ

اللہ تعالی علیہ کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے مزید کہا:

''حضرت مولانا شیخ الہند سے میری اس مسئلہ میں گفتگو ہوئی اور میں نے ان سے بھی یہی بات کہی تھی...... کہ یہ بات اس نے حق کہی ہے کیونکہ ابوداؤد میں تصریح کی ہے کہ حضور اکرم . . . . . کے زمانہ میں اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی (اندر نہ ہوتی تھی) اور اندر ہونے کی اصل بنی امیہ سے ہے۔''

(انوار الباری باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۱۷، صفحہ ۱۲۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان)

اذانِ ثانی کے مسجد میں ہونے کے متعلق کسی کے پاس مذاہب اربعہ سے کوئی دلیل نہیں: انور شاہ کشمیری دیوبندی

6۔ اذانِ ثانی کے متعلق کشمیری دیوبندی صاحب نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''میں حیران رہا اور سمجھا کہ ((اذانِ ثانی کے داخل مسجد ہونے کے متعلق)) اور کسی کے پاس کچھ سامان تو تھا نہیں۔''

(انوار الباری، باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۱۷، صفحہ ۱۲۸ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان)

7۔ اسی ''انوار الباری'' میں ایک اور مقام پر اسی طرح کی بات لکھی ہے جس میں انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے کہا:

''چاروں مذاہب میں اندر ہونے کا سامان نہیں۔''

(انوار الباری باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۸ ۔ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرونِ بوہڑ گیٹ، ملتان)

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں دینا بنی امیہ کا عمل ہے یہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے: انور شاہ کشمیری دیوبندی

8۔ اسی سلسلۂ گفتگو میں انور شاہ کشمیری صاحب نے اذان ثانی کے داخلِ مسجد ہونے کو روکنے کے لیے کہا ہے:

''بنی امیہ کے عمل کو گرنا چاہیے تھا مگر اب تک اسی پر عمل ہوتا آیا۔''

(انوار الباری باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان)

مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی، مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی اور پالن حقانی دیوبندی کے پیش کیے گئے مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو کہ جمعہ کی اذان ثانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنھم کے ادوار میں مسجد سے باہر دی جاتی تھی۔ لیکن ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے لکھ دیا ہے:

''جمعہ کی اذان منبر کے سامنے یہ اذان حضرت عثمان کے وقت سے مسجد میں ہو رہی ہے''

(مطالعہ بریلویت، جلد ۷ صفحہ ۴۷، دار المعارف الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

ڈاکٹر صاحب کی اس بات کی تردید کے لیے ان کے اپنے دیوبندی علما کے پیش کیے گئے اقتباسات ہی کافی ہیں۔

9۔ جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد سے باہر بھی جائز ہے: مفتی کفایت اللہ دیوبندی

پالن حقانی دیوبندی صاحب نے اذانِ ثانی کے متعلق دیوبندی فرقہ کے مزعومہ مفتی اعظم مولوی کفایت اللہ دہلوی صاحب کا مؤقف بھی نقل کیا ہے، ملاحظہ کریں:

''صدر مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی کا فتویٰ۔ سوال: خطبہ کی اذان کس جگہ ہونی چاہیے؟ جواب: خطیب کے سامنے ہونی چاہیے، منبر کے پاس ہو، یا ایک دو صفوں کے بعد یا ساری صفوں کے بعد، مسجد میں ہو یا باہر، ہر طرح جائز ہے۔ (تعلیم الاسلام حصہ چہارم ص ۴۸ جمعہ کی نماز کے بیان میں)''

(شریعت یا جہالت صفحہ 506 مطبوعہ دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ 1981ء)

قارئین نے یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرمایا جس میں دیوبندی مفتی نے لکھا ہے کہ اذان مسجد کے اندر بھی جائز ہے اور باہر بھی۔ حالانکہ ان کو لکھنا چاہیے تھا کہ مسجد کے باہر اذان دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنھم کی سنت سے ثابت ہے۔ اس لیے اذان مسجد کے باہر ہی دی جائے۔ لیکن مفتی صاحب نے ایسا نہیں

لکھا۔ حیرانگی ہے کہ یہی دیوبندی معمولاتِ اہلِ سنت میلاد، فاتحہ، عُرس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے افعال سے ثبوت طلب کرتے ہیں لیکن مسئلہ اذانِ ثانی پر ان کا معیار بدل جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کی بجائے ہشام بن عبدالملک کی سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور سنتِ نبوی کا احیا کرنے والے والے عالمِ ربانی اعلیٰ حضرت پر تبرّا کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو موردِ طعن ٹھہراتے ہوئے لکھا ہے:

''جمعہ کی اذانِ ثانی کو مسجد سے باہر کرنے کے لئے سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان اُٹھے۔''

(مطالعہ بریلویت، جلد۷ صفحہ۴۷، دارالمعارف الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

ڈاکٹر صاحب! بتایئے، کیا دیوبندی مذہب میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء کرنا بھی قابلِ طعن سمجھا جاتا ہے؟

مسجد میں اذان کے قائلین سے زبردست مطالبہ:

☆ سیّدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''حاشیہ طحطاوی میں ہے: **یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم، فان لم یکن ثمہ، مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح۔**

یعنی ''مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ ''فتح القدیر'' میں ہے''۔ (حاشیۃ

الطحطاوی علی مراقی الفلاح ،باب الاذان ،صفحہ ۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب ،کراچی) یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں جن میں جمعہ وغیرہا کسی کی تخصیص نہیں ،مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلماتِ صریحہ معتمدہ میں اذانِ ثانی جمعہ کا استثناء دکھائے مگر ہرگز نہ دکھا سکے گا''۔

(اوفی اللمعة فی اذان یوم الجمعة صفحہ ۴،۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی ،۲۶۔ کامبیکر اسٹریٹ ،بمبئی۔ایضاً فتاویٰ رضویہ جلد ۸ کتاب الصلاۃ مطبوعہ جامعہ نظامیہ ،اندرون لوہاری دروازہ ،لاہور)

سیّدی اعلیٰ حضرت کے اس زبردست مطالبہ کی روشنی میں اب ذیل میں وہ حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں جن میں دیوبندی علما نے مطلقاً تسلیم کیا ہے کہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے۔

اذان مسجد سے باہر دینا سنت ہے: پالن حقانی دیوبندی

10۔ قاری طیب دیوبندی سابق مہتمم دیوبند اور دیگر دیوبندی علماء کی تائید کردہ کتاب ''شریعت یا جہالت'' میں پالن حقانی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے:

''سنت یہ ہے کہ اذان اونچی جگہ دے مسجد کے اندر نہیں بلکہ میذنہ ((منارہ یا اذان دینے کی جگہ۔میثم قادری)) پر یا مسجد سے باہر ہونی چاہیے۔'' (عین الہدایہ جلد نمبر 1 ص 295 باب الاذان ،اور عالمگیری جلد 1 ص 75 باب الاذان میں بھی ہے)۔''

(شریعت یا جہالت صفحہ 505 مطبوعہ دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ ،کراچی۔ 1981ء)

اس اقتباس میں ''عین الہدایہ'' اور ''فتاویٰ عالمگیری'' کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے۔

اذان کا مسجد سے باہر دینا اولیٰ ہے: مفتی شیخ فرید دیوبندی

11۔ علمائے دیوبند کے مزعومہ ''محدثِ کبیر'' اور ''فقیہ العصر'' مفتی شیخ فرید صاحب نے بھی اذان کے متعلق لکھا ہے:

"اذان کا مسجد سے باہر دینا اولیٰ ہے۔"

(فتاویٰ فریدیہ جلد دوم، صفحہ ۱۸۱ ناشر مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی)

اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے: مفتی عبدالحق دیوبندی

12۔ مفتی عبدالحق دیوبندی صاحب نے لکھا ہے:

"بہتر یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دی جائے لان بلالا رضی اللہ عنہ کان یوذن علی بیت امرءۃ من بنی النجار و کان اطول بیت حول المسجد کما فی ابی داؤد ص۷۷ وفی الهندیہ ص۵۷ جلدا و ینبغی ان یوذن علی الماذنۃ او خارج المسجد و لا یوذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان"

(فتاویٰ حقانیہ، جلد ۳ صفحہ ۱۹۳، ناشر جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)

اذان مسجد سے باہر دینی مستحب ہے: مولوی تنویر احمد شریفی دیوبندی

13۔ مولوی تنویر احمد شریفی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے:

"اذان مسجد کے باہر دینا مستحب ہے۔"

(انگوٹھے چومنے کا مسئلہ دیوبند کی عدالت میں صفحہ ۲۲ ناشر الامین مسلم آباد نیو ایم اے جناح روڈ کراچی)

مسجد میں اذان دینی مکروہِ تنزیہی ہے، دورِ رسالت میں مسجد سے باہر دی جاتی تھی: مولوی شکیل حقانی دیوبندی

14۔ مولوی شکیل احمد حقانی دیوبندی خلیفۂ مجاز مفتی فرید دیوبندی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اذانِ پنجگانہ خارج عن المسجد ((مسجد سے باہر)) ہوتی تھی"

(اذان کے احکام ومسائل صفحہ ۸۲ پبلشرز: نیو سہیل پرنٹنگ پریس، اسد مارکیٹ، نیواڈہ، مردان، طبع ۲۰۰۴ء)

مولوی شکیل حقانی دیوبندی صاحب نے مزید لکھا ہے:

”مسجد میں اذان دینا خلافِ اولیٰ یعنی مکروہِ تنزیہی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اذان میں رفع صوت (آواز بلند کرنا) اور صیاح (چیخنا) ہوتا ہے جو آدابِ مسجد کے خلاف ہے اور مسجد محل مناجاتِ الٰہی ہے اس لیے مسجد میں بلند آواز سے بولنا مناسب نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اپنی مسجد کو اپنے بچوں، دیوانوں اور آوازوں کے اونچا کرنے سے بچاؤ“

(اذان کے احکام و مسائل صفحہ ۸۲ پبلشرز: نیو سہیل پرنٹنگ پریس، اسد مارکیٹ، نیو اڈہ، مردان، طبع ۲۰۰۴ء)

اذان مسجد سے باہر دینی چاہیے:

15۔ دیوبندیوں کی طرف سے شائع کردہ مُلّا علی قاری مکی ہَرَوِی کی کتاب ”الحزب الاعظم“ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

”جو شخص اذان دینا چاہے اسے چاہیے کہ پاک صاف ہو کر کسی بلند مقام پر مسجد سے علیحدہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو“

(الحزب الاعظم صفحہ 185 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

اذانِ ثانی کے خارج از مسجد ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تائید غیر مقلد وہابی علما سے:

16۔ غیر مقلد مولوی محمد جوناگڑھی صاحب نے لکھا ہے کہ اذانِ ثانی:

”بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں“

(فتاویٰ ستاریہ جلد سوم صفحہ ۸۵ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

17۔ مولوی محمد جوناگڑھی کے موقف کے متعلق ”فتاویٰ ثنائیہ“ میں بھی لکھا ہے:

”مولانا محمد صاحب دہلوی مرحوم اخبارِ محمدی یکم جنوری ۱۹۳۹ء پر اس اذان کو

مسجد کے اندر کہلوانا بدعتِ سیئہ قرار دیتے ہیں۔"

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۴۳۶، ادارہ ترجمان السنہ، ایبک روڈ، لاہور)

18- غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولوی یونس دہلوی صاحب نے جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق لکھا ہے:

"یہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے مسجد میں یہ اذان دینی بدعت ہے حضرت عثمان نے مسجد سے باہر زورا بازار میں دلوائی تھی۔"

(دستور المتقی فی احکام النبی صفحہ ۱۶۳، اسلامک پبلشنگ، الفضل مارکیٹ ۱۷، اُردو بازار، لاہور)

19- غیر مقلدین کے مشہور مولوی عبدالستار دہلوی صاحب نے جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق پوچھے گئے سوال کے جواب میں لکھا ہے:

"مسجد کے اندر خطیب کی آمد کے قبل اذان کہلوانا اذانِ عثمانی نہیں بلکہ اذان مروانی و بدعی ہے اگر مسئلہ ہذا کی مفصل و مدلل بحث دیکھنی منظور ہو تو دفتر صحیفۂ اہلحدیث سے رسالہ "اقامة الحجة ان النداء الثالث یوم الجمعه فی المسجد" منگوا کر ملاحظہ کریں۔"

(فتاویٰ ستاریہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷ ناشر مکتبہ سعودیہ، حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

20- مولوی عبدالستار دہلوی صاحب نے ایک اور فتویٰ میں لکھا ہے:

"خلفائے اربعہ کے بعد جب ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سننِ نبویہ کو درہم برہم کیا وہاں اذانِ عثمانیہ کو بھی خلافِ طریقہ رسول وصحابہ کے مسجد میں جاری کر دیا (کذافی عون المعبود شرح ابو داؤد) پس جو لوگ آج جمعہ کے دن مسجد میں اذانِ عثمانیہ کہتے یا کہنے کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس میں سنتِ رسول و سنتِ صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبدالملک کے مقلد ہیں "کائناً من کان" صد افسوس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاءِ اربعہ کی سنت کو چھوڑ کر ہشام بن عبدالملک کی سنت کو ترجیح دیں

اوراہلحدیث کہلائیں" ایں خیال است ومحال است و جنوں۔"

(فتاویٰ ستاریہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۱، ناشر مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

21- اسی "فتاویٰ ستاریہ" میں ایک اور مقام پر لکھا ہے:

"جب ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سننِ نبویہ پر ہاتھ صاف کیا وہاں اذانِ ثانی کو بھی خلاف طریقہ نبوی وخلفاء اربعہ کے بعد، مسجد میں جاری کر دیا۔ (کذافی عون المعبود شرح ابی داؤد وفتح الباری شرح صحیح البخاری)"

(فتاویٰ ستاریہ جلد ۳ صفحہ ۸۳، مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

22- مولوی عبدالستار دہلوی صاحب نے اذان ثانی مسجد میں دینے کے قائل غیر مقلدین کا رد کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

"خلاصۃ المرام یہ کہ جو لوگ آج کل جمعہ کے دن مساجد میں اذانِ ثانی کہتے کہلواتے ہیں وہ اس میں سنت رسول وسنت صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبدالملک کے مقلد ہیں "کائناً من کان" تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ کی سنت پر ہشام بن عبدالملک کے طریقہ کو ترجیح دیں اور پھر متبع رسول ومتبع صحابہ کہلائیں" ایں خیال است و محال است و جنوں۔" (فتاویٰ ستاریہ جلد ۳ صفحہ ۸۴، ۸۵ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

23- غیر مقلد مولوی ابومحمد عبیداللہ صاحب نے اذانِ ثانی کے متعلق لکھا ہے:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے۔" (فتاویٰ ستاریہ جلد ۳ صفحہ ۸۵ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

24- غیر مقلد مولوی عبدالرشید صاحب نے لکھا ہے کہ یہ اذانِ ثانی

"مسجد کے باہر ہوا کرتی تھی وہ مکان بازار میں ہے۔"

(فتاویٰ ستاریہ جلد ۳ صفحہ ۸۵ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

25- غیر مقلد مولوی احمد اللہ صاحب نے اذانِ ثانی کے متعلق لکھا ہے:

''دوسری اذان حضرت عثمان کے زمانہ میں باجازت امیر المومنین کہی گئی خارج میں مقام زوراء پر اگر اس طرح کہے جائز ہے اور اگر مسجد کے اندر کہی جائے تو یہ بدعت ہے۔''

(فتاوی ستاریہ جلد سوم صفحہ ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر۱)

مولوی احمد اللہ صاحب کے جواب کی تصدیق ۳ غیر مقلد علمانے کی ہے، تصدیقات ملاحظہ کریں۔

26- "الجواب صحیح" ابوعرفان محمد سلیمان عفی عنہ مرشد آبادی سند یافتہ مدرسہ دار الکتاب و السنہ۔

27- "انا اقول بما قال به مولانا احمد اللّٰہ" محمد بن عبد الله الندوی مدرس دار الحدیث الرحمانیه۔

28- ''مولانا احمد اللہ صاحب کا جواب مناسب ہے۔''

(عبد الغفور مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ)

(فتاویٰ ستاریہ جلد سوم صفحہ ۸۶ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر۱)

29- غیر مقلد وہابی مولوی ابو محمد عبد الجبار صاحب نے جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق لکھا ہے:

''حضرت عثمان نے اس اذان کو مسجد کے باہر مقام زوراء پر دلوایا تھا اب جو لوگ اس اذان کو مسجدوں میں دلواتے ہیں یہ بدعت ہے کیونکہ مقام زوراء پر دلوایا تھا'' کما لایخفی و اللہ اعلم و علمه اتم ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی مدرس مدرسہ کھنڈیلہ حال وارد مدرسہ سلفیہ دربھنگہ صوبہ بہار''

30- غربائے اہل حدیث کے امام ابو محمد مولوی عبد الوہاب صاحب نے غیر مقلد مولوی عبد الجبار کے فتوی کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے

الجواب صحیح (حضرت الامام مولانا مولوی الحافظ الحاج ابو محمد

عبدالوہاب عفی عنہ)

(فتاویٰ ستاریہ جلد سوم صفحہ ۸۷ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

31- غیر مقلد مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے بھی اذانِ ثانی کے متعلق لکھا ہے:

''حضرت عثمان نے جو اذان کہلائی تھی وہ مسجد میں نہ تھی خارجِ مسجد تھی۔''

(فتاویٰ ستاریہ جلد سوم صفحہ ۸۷ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

32- مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے اس جواب کی تصدیق کرتے ہوئے غیر مقلد مولوی ابوعمار صاحب نے لکھا ہے!:

"الجواب صحیح" ابوعمار عبدالقہار غفر لہٗ مدرس مدرسہ دارالسلام، کراچی۔

(فتاویٰ ستاریہ جلد سوم صفحہ ۸۷ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی نمبر ۱)

33- غیر مقلدین کے پندرہ روزہ ''صحیفہ اہل حدیث، کراچی'' میں ''اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی'' کے عنوان سے غیر مقلد مولوی عبدالوہاب صاحب کے محاسن بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی عبدالوہاب غیر مقلد نے کہا:

''خطبہ سے پہلے مسجد میں اذان کہنی بدعت ہے امام جب منبر پر بیٹھے تو اُس وقت صرف ایک اذان کہنی سنت ہے ہاں پہلی اذان کی ضرورت ہو تو مسجد سے باہر کہلانی چاہیے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد سے خارج بازار میں ہوتی تھی، اس مسئلہ پر بھی کچھ عرصہ تک ((مولوی عبدالوہاب غیر مقلد کی)) مخالفت کی گئی بالآخر اس کو بھی تسلیم کر لیا گیا''

(پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث، کراچی صفحہ ۵، جلد ۵۶، شمارہ ۲۲، بابت ۱۳۹۵ ہجری نومبر ۱۹۷۵ء)

قارئین کرام! علمائے دیوبند اور علمائے غیر مقلدین کے پیش کیے گئے حوالہ جات سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ جمعہ کی اذانِ ثانی کے خارج از مسجد ہونے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مؤقف برحق ہے۔ علمائے دیوبند و غیر مقلدین کا طرزِ عمل دیکھیں کہ سنتِ نبوی و سنتِ خلفائے راشدین کو زندہ کرنے والے عالم ربانی کو

اس مبارک فعل کی وجہ سے طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔حالانکہ خود دیابنہ و غیر مقلدین سنت نبوی و سنتِ خلفائے راشدین کے عامل ہونے کا دعوی کرتے ہیں لیکن مسئلہ اذانِ ثانی میں سنت سے ثابت شدہ فعل کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ سنتِ نبوی کے مقابل ہشام بن عبدالملک کے طریقہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔یاللعجب۔مسئلہ اذانِ ثانی کی آڑ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اپنا غبار نکالنے والے دیوبندی علما بالخصوص ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ جس مسئلہ میں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمہ کا موقف غلط ثابت کرنے کے لئے انہیں ''مطالعہ بریلویت'' جلد نمبر ۷ کے کئی صفحات کو سیاہ کرنا پڑا، وہی موقف اکابر دیوبند اور ان کے ''ہم مخرج و ہم عقیدہ'' غیر مقلد بھائیوں سے ثابت ہو گیا اور یوں ''مطالعہ بریلویت'' جلد ۷ کے اس حصہ کا اجمالی رد بھی ہو گیا۔الحمد للہ۔ڈاکٹر صاحب سے گزارش ہے کہ اگر آپ کو خدا اور سول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی شرم نہیں تو اپنے اکابر کی ہی شرم کرلیں۔

کتاب "اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ لِقِیَامِ سُنَّةِ نَبِیِّ اللّٰهِ" کس کی تالیف ہے؟:

یہ مجموعہ پریس میں جانے کے لیے بالکل تیار تھا کہ محترم و مکرم برادر دینی مجاہد اہلِ سُنّت محمد ابرار قادری حفظه الله تعالیٰ نے راقم کو بتایا کہ کتاب "اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ لِقِیَامِ سُنَّةِ نَبِیِّ اللّٰهِ" آج تک غلطی سے سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے نامِ نامی سے شائع ہوتی رہی ہے۔ جب کہ درحقیقت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام علامہ مولانا مفتی حامد رضا خان قادری برکاتی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی تصنیف ہے۔ محترم بھائی محمد ابرار قادری حفظه الله تعالیٰ کے بیان کردہ دلائل میں اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ اور ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ اہم تحقیق ہمیں بیان فرمائی۔

۱۔ ہمارے موقف کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کا ایک مکتوب حضرت حجۃ الاسلام علامہ مولانا مفتی حامد رضا خان قادری برکاتی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی کتاب "سلامة الله لاهل السنة من سیل العناد و الفتنة" (۱۳۳۲ھ) میں شامل ہے۔ اس مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

"وَلَدِ اَعز مولوی حامد رضا خان سَلَّمَهُ الرحمٰن نے جناب کے فتوائے اولیٰ پرچون "ایراد کیے ہیں کہ "اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ" میں طبع ہوئے"

(سلامة الله لاهل السنة من سیل العناد و الفتنة صفحہ ۳۷ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت واقع بریلی)

سیدی اعلیٰ حضرت کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ "اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ" حضرت

حجۃ الاسلام کی تالیف ہے نہ کہ سیدی اعلیٰ حضرت کی۔

۲۔ ہمارے موقف کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ کتاب " اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ " کے پہلے حصہ میں دو مقامات پر سیدی اعلیٰ حضرت کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ "حضور اعلیٰ حضرت مجددِ اعظم دین وملت"

"حضور پُر نور سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجددِ اعظم دین وملت"

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی اپنی تالیف نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اعلیٰ حضرت کی اپنی کتاب ہوتی تو اس کے متن میں آپ کا نام اس طرح مذکور نہ ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میثم عباس قادِری رضوی

لاہور، پاکستان